(19)

جماعت احمدیہ کی چالیس سالہ جوبلی منائی جائے

(فرمودہ ۵ جون ۱۹۳۱ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ آج سے چالیس سال پہلے جس امر کا وہم و گمان بھی نہیں تھا آج ہم اپنی آنکھوں سے اسے پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ یہ مضمون اس قسم کا ہے کہ ایک احمدی اسے بیان کرتے وقت آسانی سے اپنے جذبات کو قابو میں نہیں رکھ سکتا اور اس کے ساتھ ذکر حبیب ایسا وابستہ ہے کہ محبت کے جذبات اطناب و طوالت کی طرف خود بخود لے جاتے ہیں لیکن اتفاقاً سردرد کا دورہ جو مجھے مہینہ میں ایک دفعہ ہو جاتا ہے آج جمعہ کے دن ہوا ہے۔ اس وجہ سے پہلے تو میرا یہی ارادہ تھا کہ میں جمعہ کے لئے نہ جاؤں لیکن تھوڑی ہی دیر پہلے کسی قدر افاقہ ہو گیا اور میں نے سمجھا خطبہ پڑھنے کے لئے مسجد میں چلے جانا چاہئے۔ پس آج اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے خطبہ پڑھنے کا موقع دیا ہے اور چونکہ اس جلسہ کے بعد سے گلے کی خرابی کچھ اس قسم کی ہو گئی ہے کہ ہر خطبے کے بعد مجھے حرارت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ پچھلے جمعہ بھی ایسا ہی ہوا اس لئے میں اپنی صحت کی خرابی کی وجہ سے اختصار سے خطبہ بیان کرنے پر مجبور ہوں۔ اگرچہ مضمون اطناب اور طوالت کی طرف کھینچتا ہے۔

چالیس سال ہو گئے وہ چالیس سال جن میں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والی ہستیاں اپنی بلوغت کا پہلا مقام حاصل کرتی ہیں۔ جس عرصہ کے متعلق اللہ اپنے کلام مجید میں بَلَغَ اَشُدَّہٗ[1] فرماتا ہے وہ بلوغت تامہ کا پہلا درجہ قومی لحاظ سے ہماری جماعت پر آگیا ہے۔ ۱۸۹۰ء کے آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور ۱۹۳۰ء کے آخر میں

پورے چالیس سال اس دعویٰ پر گزر گئے گویا سلسلہ احمدیہ نے اپنی بلوغت ٦ پالیا۔ لوگ کہتے تھے اس بچہ کو ہم پیدا ہی نہیں ہونے دیں گے۔ پھر لوگ کہتے تھے اگر یہ پیدا ہو بھی گیا تو ہم اس کا گلا گھونٹ دیں گے جیسے فرعون نے کہا تھا کہ بنی اسرائیل کے بچوں کا گلا گھونٹ دو مگر یہ دوسرا درجہ تھا۔ ان کی پہلی کوشش یہ تھی کہ یہ بچہ پیدا ہی نہ ہو اور یہ حمل جو روحانی حمل ہے گر جائے۔ اسی کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس الہام میں اشارہ ہے کہ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّرَوْا طَمْثَکَ وَاللّٰہُ یُرِیْدُ اَنْ یُّرِیَکَ اِنْعَامَہٗ اَلْاِنْعَامَاتِ الْمُتَوَاتِرَۃَ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ اَوْلَادِیْ ٧ یعنی لوگ تیرا حیض دیکھنا چاہتے ہیں مگر خدا تعالیٰ تجھے انعامات دکھائے گا جو متواتر ہوں گے۔ اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے۔ ایسا بچہ جو بمنزلہ اَطْفَالُ اللّٰہِ ہے۔ نادان اس پر اعتراض کرتے ہیں حالانکہ اس کے معنے یہ تھے کہ جس طرح حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا اسی طرح دنیا میں اب ایک روحانی بچہ پیدا ہونے والا ہے مگر لوگ چاہتے ہیں وہ روحانی حمل گر جائے اور پھر دنیا میں حیض ہی حیض پھیل جائے۔ مگر فرمایا۔ ایسا نہیں ہو گا بلکہ روحانیت کے نشوز اور نشوز کا جو بچہ ہے ہم اسے قائم رکھیں گے اور اپنے وقت پر اسے دنیا میں پیدا کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس روحانی حمل سے ایک بچہ پیدا ہوا۔ دنیا نے پھر چاہا کہ اس بچے کو فنا کر دے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام میں بتایا گیا کہ آپ کے کئی دشمن فرعون ہیں۔ فرعون کی یہی کوشش تھی کہ بنی اسرائیل کے بچوں کو فنا کر دے مگر خدا تعالیٰ نے ان کوششوں میں ان لوگوں کو ناکام رکھا۔ پس مخالفین کی پہلی کوشش تو یہ تھی کہ اس بچہ کی ولادت ہی نہ ہو مگر جب اس کوشش میں انہیں کامیابی حاصل نہ ہوئی اور وہ بچہ پیدا ہو کر طفل بن گیا تو اس وقت چاہا کہ اسے ہلاک کر دیں اور اس کا گلا گھونٹ دیں مگر خدا نے بتایا تھا یہ بچہ جوانی کو پہنچے گا اور بچپن میں نہیں مارا جائے گا۔ چنانچہ وہ زمانہ آیا جب طفولیت سے نکل کر سلسلہ نے جوانی کی طرف اپنا قدم بڑھایا۔ اس وقت بھی اس کے دشمن دنیا میں موجود تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے وہی سامان کیا جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے متعلق کیا تھا۔ یعنی وہ ہاتھ جو شیطان کی طرف سے اٹھ کر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ہلاک کرنا چاہتا تھا اس کی بجائے خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے ہاتھ اٹھایا اور اس کے ذریعہ سے انہیں ہلاکت سے بچا لیا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ پیشگوئی تھی کہ حضرت اسماعیل کے مقابلہ میں ان کے بھائیوں کی تلوار ہمیشہ اٹھی رہے گی۔ پس اس ابتلاء سے بچانے کے لئے خدا تعالیٰ نے یہ راہ نکالی کہ خود اپنے ہاتھ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ

السلام کو وادیٔ غیر ذی زرع میں چھوڑ آئے۔ یہ وہ قربانی تھی جس نے اسماعیلی نخل کو ہلاکت سے بچالیا۔ ہماری جماعت کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات میں ذُرِّیَّةُ اِسْمَاعِیْلَ کہہ کر پکارا گیا ہے[۳] اور بتایا گیا ہے کہ یہ بھی اسماعیلی سلسلہ ہے اور اس کے ساتھ بھی دشمنوں کا اسی طرح سلوک ہو گا جس طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ اس کے بھائیوں کا تھا۔ مگر جس طرح حضرت اسماعیل کو خود ابتلاء میں ڈال کر خدا نے دشمنوں کے ابتلاؤں سے بچالیا اسی طرح خدا تعالیٰ ہماری جماعت کو خود ہی ابتلاؤں میں ڈال کر ہلاکت اور دوسروں کے حملوں سے محفوظ کرلے گا۔ پس خدا تعالیٰ نے جس طرح حمل کے وقت میں پھر رضاعت اور طفولیت کے ایام میں دشمنوں کے حملوں سے ہماری جماعت کو محفوظ رکھا اسی طرح جب جماعت اپنی جوانی کو پہنچی اور دشمنوں کی تلوار نے اسے ہلاک کرنا چاہا تو اس وقت بھی خدا نے اس کی حفاظت فرمائی اور دشمنوں کو ناکام رکھا۔ پھر وہ وقت آیا جب جماعت احمدیہ اپنے کمال کو پہنچی اور ان ابتلاؤں میں سے گزری جو اس کے لئے مقدر تھے۔ چنانچہ پہلے وہ ابتلاء آیا جسے مسیحیت کا ابتلاء کہنا چاہئے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو بتایا تھا کہ آپ مسیح موعود ہیں مگر وہ مسیح نہیں جو صلیب پر لٹکایا جائے بلکہ وہ جو اس لئے آیا ہے کہ صلیب کو توڑے اور دجالی فتن کو پاش پاش کردے۔ اس میں خدا نے یہ پیشگوئی مخفی رکھی تھی کہ جب جماعت اپنی ۳۳ سالہ عمر کو پہنچے گی جو مسیح موسوی کی ایک خاص وقت کی عمر تھی تو عیسائیت کی صلیب کو توڑ دیا جائے گا۔ یہ کام خدا نے میرے سپرد کیا کیونکہ پورے ۳۳ سال بعد جب وہ زمانہ آیا جو صلیبی فتن کو توڑ دینے والا تھا تو اس زمانہ میں خلافت کے مقام پر خدا نے مجھے کھڑا کیا ہوا تھا اور میرے ذریعہ سے خدا تعالیٰ اسلام کی مدد کر رہا تھا۔ پھر جماعت کی روحانی بلوغت کاملہ کا زمانہ بھی میرے ہی زمانۂ خلافت میں آیا۔ یعنی آج ہماری جماعت کو پورے چالیس سال ہو گئے۔ گویا جس طرح مسیحیت کا زمانہ میری خلافت میں آیا اسی طرح بلوغت کاملہ یعنی اَشُدَّہٗ کے پہنچنے کا زمانہ بھی خدا نے میرے ساتھ وابستہ کردیا۔ پس آج ہماری جماعت جتنا بھی خوش ہو اس کا حق ہے اور جس قدر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے کم ہے کیونکہ آج ہماری جماعت کو قائم ہوئے چالیس سال ہو گئے اور آج وہ روحانی بلوغت اسے حاصل ہو گئی جو چالیس سال گزرنے کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے۔

آج سے چالیس سال پہلے ہماری جماعت کی کیا حالت تھی۔ اس کا وہی لوگ اندازہ کرسکتے ہیں جنہوں نے اپنی آنکھوں سے وہ زمانہ دیکھا جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

دعویٰ کیا- اس وقت میں بچہ تھا دو پونے دو سال کی عمر ہوگی- پس اس وقت کے حالات تو میں بتا نہیں سکتا مگر چھ سال کی عمر سے میں سلسلہ کے حالات دیکھتا آرہا ہوں اور آتھم کے وقت سے میں سلسلہ کی حالت جانتا ہوں بلکہ اس سے بھی کچھ پہلے کے حالات جب میری عمر پانچ سال یا ساڑھے پانچ سال کی تھی اس وقت کے مجھے بعض واقعات یاد ہیں' دشمنوں کی شرارتیں یاد ہیں' ان کے منصوبے یاد ہیں' ان کی وہ کوششیں یاد ہیں جو ہمارے خلاف شب و روز کیا کرتے تھے- اس زمانہ کے تمام واقعات میرے ذہن میں اس وقت تک ایسی صورت میں جمع ہیں جس طرح غبار کے پیچھے سے کوئی چیز نظر آتی ہو- مجھے وہ زمانہ خوب یاد ہے جب ہمیں اپنے گھروں سے نکلنے نہیں دیا جاتا تھا کیونکہ خطرہ تھا کہ دشمن کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائیں- اس زمانہ میں ہمیں گھروں میں یوں بند رکھا جاتا جیسے کہتے ہیں پرانے زمانوں میں معضوں کو بھورے میں سالہا سال تک رکھا جاتا تھا- ہمیں نہایت سختی سے کہا جاتا کہ کہیں سے کھانے پینے کی کوئی چیز نہ لینا مبادا اس میں کسی دشمن کی شرارت ہو- پھر ایک یہ زمانہ آیا کہ ہم دیکھتے ہیں مختلف مقامات میں احمدیت ایسی غالب ہو گئی ہے کہ لوگ اس کے مقابلہ سے عاجز ہیں اور کہتے ہیں اس درخت کا کاٹنا ناممکن ہے- لیکن باوجود احمدیت کی اس عظیم الشان ترقی کے ایک بات ہے جو ہمیں مدنظر رکھنی چاہئے اور وہ یہ کہ جہاں چالیس سال گذرنے پر بَلَغَ اَشُدَّہٗ کی خوش خبری حاصل ہوتی ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی یہ بھی سنت ہے کہ ایسے زمانہ میں ابتلاء بھی زیادہ پیدا کیا کرتا ہے- ہمارے سلسلہ کی زندگی کی مثال رسول کریم ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگیوں کی سی ہے اور حضرت رسول کریم ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان دونوں کی امتوں کو جو ابتلاء پیش آئے وہ کسی سے مخفی نہیں مگر جو ابتلاء آنحضرت ﷺ کو پیش آئے وہ حضرت مسیح ناصری کو بھی نہیں پیش آئے- حضرت مسیح کو بھی تکلیف پہنچی مگر وہ عارضی تکلیف تھی- جسے خدا تعالیٰ نے جلدی راحت سے بدل دیا- صرف چند گھنٹوں کی تکلیف تھی جو حضرت مسیح ناصری کو پہنچی اس کے بعد خدا تعالیٰ نے انہیں وہاں سے بچا کر ایک نئے ملک میں جگہ دی جہاں ان کو آرام اور آسائش سے رکھا اسی وجہ سے کہا جا سکتا ہے کہ مسیحیت کی تکلیف عارضی تھی مگر آنحضرت ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکالیف بہت بڑھی ہوئی تھیں- یہ علیحدہ بات ہے کہ حضرت مسیح کے واقعات صلیب سن کر ہم رقت محسوس کریں- مگر وہ روزانہ کی صلیب جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش ہوتی وہ ایک دن کی صلیب سے لاکھوں گُنے زیادہ تکلیف دہ تھی-

پس جہاں چالیس سال پورے ہونے پر ہمیں خوشی ہے کہ باوجود دشمنوں کی کوششوں کے خدا تعالیٰ نے سلسلہ کو زندہ رکھا اور نہایت اعلیٰ مقام پر پہنچایا۔ لوگ چاہتے تھے کہ یہ حمل گر جائے مگر حمل نہ گرا۔ پھر وہ چاہتے تھے اس روحانی بچہ کو ہلاک کر دیں مگر اس میں بھی انہیں کامیابی نہ ہوئی۔ پھر وہ زمانہ بھی ہم نے دیکھا جب مسیحیت کے زمانہ میں لوگوں نے پھانسی پر لٹکانا چاہا مگر خائب و خاسر رہے۔ پھر وہ زمانہ بھی آگیا جب موسوی اور آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے ابتلاؤں سے ہمیں گزرنا پڑا۔ اب اگر ہم حقیقی طور پر مومن ہیں اور خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور طاقتوں پر سچا ایمان رکھتے ہیں تو ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ اب نہ صرف بلوغت بلکہ بلوغت کاملہ کی زندگی ہمیں حاصل ہو۔ گو چالیس سالہ عمر بلوغت کاملہ کا ظہور ہے مگر ایک بلوغت روحانیہ کا زمانہ چالیس سے پچاس سال بلکہ ترپن سال تک کا بھی ہے اور میں دیکھتا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ترپن ۵۳ سال کی عمر کے قریب قریب بنتی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ اعلان دعویٰ کے لحاظ سے بہر حال ۵۰ سال سے اوپر کا ہے۔ اور اگر الہامات کے زمانہ کو شامل کر لیا جائے تو اس وقت آپ کی ۴۴، ۴۵ سال کی عمر بنتی ہے۔ پس یہ بھی بلوغت کا ایک زمانہ ہے جو پچاس سال کے قریب آتا ہے اور یہ ایک قسم کی جوبلی ہے کیونکہ پچاس سال کسی کا عمر پا جانا بڑی خوشی کی بات ہوا کرتی ہے۔ مگر پہلی بلوغت چالیس سالہ ہے اور ہمیں سب سے پہلے اس بلوغت کے آنے پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ باوجود دشمنوں کی کوششوں کے ہماری جماعت چالیس سال کی عمر تک پہنچ گئی اور میں سمجھتا ہوں ہمیں خاص طور پر اس تقریب پر خوشی منانی چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قوانین میں سے ایک قانون یہ بھی ہے کہ اگر بندہ اس کی نعمت پر خوشی محسوس نہیں کرتا تو وہ نعمت اس سے چھین لی جاتی ہے اور اگر خوشی محسوس کرے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرے تو زیادہ زور سے اللہ تعالیٰ کے فیضان نازل ہوتے ہیں۔ پس میرا خیال ہے ہم کو اس سال چالیس سالہ جوبلی منانی چاہئے یعنی اس بات کی خوشی میں کہ سلسلہ احمدیہ نے اپنی روحانی بلوغت حاصل کر لی ہے یہ بھی کیا جائے کہ مقررہ تاریخوں پر جلسے منعقد کئے جائیں۔ اور ان جلسوں میں سلسلہ کے حالات اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعات خصوصیت سے سنائے جائیں۔ مگر سب سے بڑی جوبلی یہ ہے کہ ہم سالِ حال تبلیغ کے لئے مخصوص کر دیں اور اتنے جوش اور زور کے ساتھ تبلیغ میں مصروف ہو جائیں کہ ہر جماعت اپنے آپ کو کم از کم دوگنی کرے۔ یہ جوبلی ایسی ہوگی جو آئندہ نسلوں میں بطور یادگار رہے گی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے

والے اپنی یادگاروں کے قیام کے لئے اینٹوں پتھروں اور چونے کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ وہ دنیا میں روحانیت قائم کرنا چاہتے ہیں اور یہی ان کی بہترین یادگار ہوتی ہے کہ اس مقصد کو پورا کر دیا جائے جس کے لئے وہ دنیا میں مبعوث ہوئے۔

پس بہترین ذریعہ اس یادگار کا یہی ہو سکتا ہے کہ ہم خصوصیت سے اس سال تبلیغ پر زور دیں اور اس نہایت ہی خوشی اور مسرت کی تقریب پر جماعت اپنے آپ کو دگنا کرنے کی کوشش کرے۔ اور یہ کوئی بڑی بات نہیں بلکہ اگر سنجیدگی سے کوشش کی جائے تو یقیناً ہر جماعت اس کوشش میں کامیاب ہو سکتی ہے اور اس کی تبلیغ میں ایسی برکت ہو سکتی ہے کہ لوگ خود بخود کھنچے چلے آئیں۔ میں نے دیکھا ہے۔ دو تین جماعتیں نہایت جوش کے ساتھ تبلیغی کام میں منہمک ہیں جن میں سے ایک لکھنؤ کی جماعت ہے امید کی جاتی ہے کہ اگر انہوں نے اپنی تبلیغی کوششوں کو جاری رکھا تو سال کے آخر تک وہ اپنے آپ کو ایک مستقل مبلّغ کا مستحق ثابت کر دیں گے اسی طرح ڈیڑھ مہینہ ہوا میں لاہور گیا تھا وہاں کی جماعت کو میں نے نصیحت کی تھی کہ وہ اپنی سستی دور کرے اور جوش کے ساتھ تبلیغی کام میں مصروف ہو۔ اس کے بعد لاہور کی جماعت نے تنظیم کی اور تبلیغی کام کو سنبھالا تو میں دیکھتا ہوں وہاں سے بہت خوش کن خبریں آرہی ہیں اور کئی جگہیں ایسی ہیں جہاں نئی جماعتیں قائم ہوئی ہیں۔ اسی طرح اور بھی کئی جماعتیں ہیں جو نہایت زور کے ساتھ تبلیغ میں مصروف ہیں۔ ضلع گورداسپور کی جماعت بھی تبلیغی لحاظ سے اچھا کام کر رہی ہے گو ہم اسے انتہائی نہیں کہہ سکتے بلکہ اگر وہ کوشش کریں تو اور بھی زیادہ اس کو وسعت دے سکتے اور اس کے شاندار نتائج پیدا کر سکتے ہیں مگر بہرحال موجودہ کام بھی قابل تعریف ہے۔ اسی طرح اگر ہندوستان کی دیگر تمام جماعتیں یہ امر مدنظر رکھیں کہ ہماری جماعت کا یہ چالیس سالہ عہد بغیر کسی عظیم الشان یادگار کے قائم ہونے کے نہ گذرے جس کا طریق یہی ہے کہ ایسی عمدگی سے تبلیغ کی جائے کہ اس سال ہر جگہ کی جماعت اپنی تعداد کو دوگنی کر لے تو یہ کچھ بھی مشکل نہیں۔ ۱۸۹۰ء کے آخر میں غالباً نومبر یا اکتوبر کا مہینہ تھا جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسیحیت کا دعویٰ کیا اس حساب سے اکتالیسواں سال پورا ہونے میں صرف پانچ یا چھ مہینے باقی ہیں اور شاید ممکن ہے دسمبر بھی اس میں شامل ہو اور ابھی پورے چھ ماہ وقت رہتا ہو ہمیں ان چھ مہینوں میں اس جوبلی کی یادگار قائم کرنے میں پورا زور لگانا چاہئے۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا اگر ہمارے عزیز اپنے اپنے رشتہ داروں کو تبلیغ کرنی شروع کر دیں تو بہت حد تک جماعت کا حلقہ وسیع ہو سکتا ہے۔ احمدی اپنے

غیر احمدی رشتہ داروں کے پاس جائیں اور ان سے کہیں یہ دُوری اور بُعد آخر کب تک رہے گا۔ ہمارے اندر جو جدائی ہے آؤ ہم خدا کے لئے اسے چھوڑ دیں اور محض اسی کی رضاء کے لئے آپس میں اتحاد کرلیں۔ اس طریق پر اگر سمجھایا جائے تو خدا کے فضل سے مفید نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ یہ مت سمجھو کہ وہ تمہارے مخالف اور دشمن ہیں اور تمہاری باتیں نہیں سنیں گے۔ یاد رکھو دل خدا کے اختیار میں ہیں اگر اخلاص اور سچائی کے ساتھ جاؤ تو خدا کلام میں اثر ڈالے گا اور دوسروں کے دل تمہاری طرف کھنچے چلے آئیں گے۔ اس نیت کے ساتھ جاؤ کہ چالیس سالہ جوبلی کی یادگار قائم کرنی ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے جاؤ کہ وہ تمہاری مدد کرے۔ اگر اس نیت اور اس ارادہ کے ساتھ جاؤ گے تو یقیناً خدا تعالیٰ تمہاری تائید اور نصرت کرے گا۔ پھر اس سے اُتر کر یوں تو ہر سال ہی جلسے ہوتے ہیں مگر اس سال ایک تاریخ مقررہ پر جلسے کئے جائیں اور ان جلسوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان خدمات پر روشنی ڈالی جائے جو آپ نے اسلام کی اشاعت کے لئے سرانجام دیں اسی طرح اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے آپ کی کوششوں کا ذکر ہو، آپ کی قربانیوں کا بیان ہو، ان احسانات کا ذکر ہو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام دنیا پر اور خصوصیت سے مسلمانوں پر کئے اور اس طرح تمام ہندوستان میں ایک ہی دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قربانیوں، احسانات، کوششوں اور آپ کی دینی جدوجہد کا ذکر ہو اور سب لوگوں کو آپ کے کام سے واقف کیا جائے۔ اس کے متعلق میں انشاء اللہ بعد میں کوئی اعلان کروں گا مگر اس پاک تقریب کو ہمیں بغیر کسی خاص خوشی منانے کے نہیں جانے دینا چاہئے۔

پھر ایک اور بات ہے جو ہماری جماعت کو مدنظر رکھنی چاہئے اور وہ یہ کہ ترقیات کے ساتھ ساتھ مشکلات اور مصائب بھی پیدا ہوا کرتے ہیں اور بغیر مشکلات اور تکالیف کے دینی یا دنیوی ترقی دینا اللہ تعالیٰ کی سنت کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ جب بھی کسی قوم کے لئے ترقیات کا وقت لاتا ہے اس سے پہلے مشکلات بھی پیدا کر دیا کرتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے ۱۹۲۴ء میں ہمارے سلسلہ کے لئے ایک نیا دور تھا مگر اس دور سے پہلے ایک لمبے عرصہ تک جو قریباً تین سال تک کا تھا اپنی ذات میں بھی کئی قسم کی بیماریاں مشکلات اور تکالیف آئیں۔ اور جماعت بحیثیت مجموعی بھی کئی قسم کی مشکلات میں گرفتار رہی۔ اور مجھے رؤیا میں متواتر بتلایا جاتا رہا کہ یہ تکالیف ترقیات کا پیش خیمہ ہیں اس لئے ان سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ اس کے بعد میں نے اب دیکھا کہ جب جماعت اپنی روحانی بلوغت کو پہنچنے والی تھی اور ایک نیا دور ہماری جماعت میں شروع ہونے والا تھا تو تین سال پہلے

سے ہی کہیں مباہلہ والوں کی شرارتوں کا آغاز ہو گیا کہیں اپنی صحت خراب ہو گئی پھر جماعت بھی سخت مالی مشکلات میں گرفتار رہی۔ اور قسم قسم کے ابتلاء تھے جو آئے اور محض یہ بتانے کے لئے آئے کہ اب کوئی خاص تغیر سلسلہ میں واقع ہونے والا ہے۔ جس طرح بچہ پیدا ہونے سے بھی ماں کو تکلیف ہوتی ہے اور کچھ عرصہ بعد میں بھی۔ اسی طرح روحانی امور میں پہلے بھی تکالیف آتی ہیں اور جب روحانی بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو پھر بھی کچھ دیر تک رہتی ہیں۔ اور ابھی ہمیں یہ تکلیفیں کیا آئی ہیں بہت سے ابتلاء ہیں جو آنے والے ہیں۔ شیطان تو ایک بڑی فتنہ پرداز ہستی ہے ایک چھوٹے بچے سے بھی اگر کوئی ایسی چیز لینی ہو جسے وہ نہ دینا چاہتا ہو تو وہ بھی اپنا حق چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتا ایک چور سے اپنا مال واپس لینے کے لئے لڑنا پڑتا ہے۔ پس جب ہم شیطان سے وہ بادشاہت لینی چاہتے ہیں جو ہم سے چھین کر وہ لے گیا ہے تو اس کا واپس لینا بھی کوئی آسان کام نہیں بلکہ شیطان اس کے لئے لڑے گا اور دم توڑ کر لڑے گا اور پورا زور لگائے گا کہ یہ چیز اس کے قبضہ سے نہ نکلے۔ پس ہماری جماعت کے دوستوں کو مشکلات کے مقابلہ کے لئے تیار رہنا چاہئے اور گھبرانا نہیں چاہئے۔ یہ مشکلات چیز ہی کیا ہیں یہ تو مومن کے ایمان کو بڑھاتی اور اسے تقویت پہنچاتی ہیں نہ کہ ہمت کو پست کرتی اور کمزور بناتی ہیں۔ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومنوں پر جب مشکلات آتی ہیں تو وہ کہتے ہیں یہ تو وہی باتیں پوری ہو رہی ہیں جو خدا نے پہلے سے ہمیں کہہ دی تھیں۔ پس بجائے ڈرنے اور خوف کھانے کے ان کا ایمان زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ اور بھی زیادہ خدا کے قریب ہو جاتے ہیں۔[۵] اسی طرح ہماری جماعت کے دوستوں کو چاہئے کہ ہر مصیبت پر بجائے گھبرانے کے یہ یقین اور ایمان رکھیں کہ اب خدا کی نصرت قریب آ رہی ہے۔ اگر ہم مومن ہیں اور واقعی مومن ہیں اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کی طرف سے ہیں اور واقعی خدا کی طرف سے ہیں تو ہمیں اس بات پر بھی یقین رکھنا چاہئے کہ ہر مصیبت جو ہم پر آئے ہماری ترقی کا موجب ہے تنزّل کا موجب نہیں ہو سکتی۔ مولانا روم فرماتے ہیں

ہر بلائیکیں قوم را حق دادہ اند
زیر آں گنج کرم بنہادہ اند

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو مصیبت بھی مسلمانوں پر آتی ہے اس کے نیچے رحمت کا ایک مخفی خزانہ ہوتا ہے۔ یہی ایمان ہے جو انسان کو خدا کے قریب کرتا ہے اور اس کے فضلوں کا وارث بنا دیتا ہے وگرنہ جو شخص مصیبتوں پر گھبراتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اب میں مرنے لگا وہ مومن

نہیں بلکہ اپنے اندر نفاق کا شعبہ رکھتا ہے۔ حقیقی ایمان تو یہ ہے کہ جس طرح ماں جب اپنے بچے کو چپیڑ مارنے لگے تو وہ خیال کرتا ہے شاید مجھے پیار کرنے لگی ہے کیونکہ اس کو اپنی ماں کی محبت پر کامل یقین ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان خدا کے متعلق بھی یہی خیال اور یقین رکھے کہ وہ ہر وقت اس پر اپنی رحمتیں اور برکتیں ہی نازل فرمائے گا۔ پس اگر ہمیں خدا کی محبت پر یقین ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اگر اس کی طرف سے کوئی ابتلاء بھی آئے تو وہ ہمیں جگانے اور بیدار کرنے کے لئے ہو گا ہلاک کرنے کے لئے نہیں۔ جس طرح ماں جب اپنے بچے پر ہاتھ اٹھاتی ہے تو کسی دشمنی کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کی اصلاح اور تادیب کے لئے۔ اور اس میں کیا شبہ ہو سکتا ہے کہ ماں اور باپ کا تھپڑ دوسروں کے پیار سے زیادہ اپنے اندر پیار رکھتا ہے کیونکہ وہ سراسر اصلاح کے لئے ہوتا ہے۔ پس اگر ماں باپ کی سزا صرف اصلاح کی غرض سے ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ابتلاء آئے کیونکر سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ ہمیں تباہ کرنے کے لئے ہے۔ پس مشکلات سے کبھی مت ڈرو بلکہ خدا کی نصرت پر یقین رکھو اور اس سے دعائیں کرو۔

مجھے اس خطبہ اور چالیس سالہ جوبلی کی طرف ایک رؤیا سے توجہ پیدا ہوئی ہے۔ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ سلسلہ کے راستہ میں بعض مشکلات در پیش ہیں۔ میں نے دیکھا بعض دوستوں نے ان کے ازالہ میں کوتاہی کی اور رؤیا میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ دشمنوں کی شرارتوں سے خوف کھا رہے ہیں۔ تب اچانک میں نے دیکھا کہ دشمنوں میں سے ایک نے وار کر دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسے غیر معمولی سامان پیدا کر دیئے کہ وہی وار اُلٹ کر اس پر جا پڑا جس نے وار کیا تھا۔ اور جب میں نے دیکھا کہ بعض دوست ڈر رہے ہیں اور دشمن اپنا وار کر چکا اور وہ وار اُلٹ کر اسی پر جا پڑا تو میں نے خود اس کے حملے کا مقابلہ کرنا چاہا۔ اس پر اچانک ایک اور دشمن ظاہر ہوا اس نے میرا مقابلہ کیا۔ مگر باوجود اس کے کہ اس کا وار مجھ پر تھا اور باوجود اس کے کہ وہ وار مجھ پر پڑا بھی مگر نقصان مجھے نہیں پہنچا بلکہ اس دشمن کو نقصان پہنچ گیا۔ پھر ایک تیسرے دشمن نے وار کرنا چاہا مگر پیشتر اس کے کہ وہ وار کرتا خدا نے اس کا ہتھیار اس سے چھین لیا۔ پھر چوتھی مرتبہ ایک اور دشمن ظاہر ہوا۔ اور اس نے بھی وار کرنا چاہا مگر خدا تعالیٰ نے وار کرنے سے پیشتر ہی اس وار کا خود اسے ہی شکار کر دیا۔ تو چار متفرق طور پر وار ہوئے اور چاروں میں خدا تعالےٰ نے غیر معمولی تائید اور نصرت فرمائی۔ ایک وار دشمن نے کیا مگر وہ اُلٹ کر اسی پر پڑ گیا۔ دوسرا وار بظاہر نشانے پر پڑا لیکن نقصان مجھے نہیں پہنچا بلکہ اسی کو پہنچا جس نے وار کیا تھا۔ پھر تیسرے نے وار کیا مگر پیشتر اس کے کہ

وہ وار کرتا اس کا ہتھیار اس سے چھین لیا گیا۔ پھر چوتھے نے وار کیا۔ مگر خدا نے وہی وار اس پر وارد کر دیا۔ چار وار ہیں اور دراصل یہ چار دہائیوں کے قائم مقام ہیں۔ ہم اس وقت تک چار دہائیاں ختم کر چکے ہیں یعنی جماعت کی چالیس سالہ زندگی پوری ہوئی۔ اور ہر دس سالہ زندگی پر دشمن نے خار کھائی۔ پہلے دس سال میں مجددیت کے مقابلہ میں دشمن کھڑا ہوا۔ دوسرے دس سالوں میں خدا نے نبوت کی تشریح کرائی۔ تیسرے دس سال میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کے جو اندرونی دشمن تھے ان کا مقابلہ کرایا۔ اور چوتھے دس سال میں سلسلہ کی بنیاد مختلف بلاد میں مضبوط کر دی۔ پس یہ چار ترقیات ہیں جو جماعت کو حاصل ہوئیں اور یہ چار دور ہیں جن سے ہماری جماعت گذری اور ہر ترقی پر دشمن نے ہمارا مقابلہ کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ابھی یہ چار وار اور کس رنگ میں کب اور کس شکل میں ہوں گے مگر اتنا ضرور ہے یہ چاروں قسم کے حملے جاری رہیں گے پس ہمیں بھی ان حملوں کے مقابلہ کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ اور اس خوشی کا بھی اظہار کرنا چاہئے جو چالیس سال دے کر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے فضل سے نوازا ہے اور ہمیں اپنے عمل اور طریق سے دشمن کو بتا دینا چاہئے کہ مومن کبھی بزدل نہیں ہوتا۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی نصرتیں اسی وقت تک آنے سے رکی رہتی ہیں جب تک دلوں میں بزدلی اور دشمنوں کا خوف سمایا ہوا ہو۔ تمہارے رستہ کی ساری روکیں صرف تمہاری طرف سے ہیں دشمنوں کی طرف سے نہیں۔ خدا تعالیٰ نے دشمنوں کی پیدا کردہ روکوں کے متعلق تو بہت پہلے سے کہہ دیا ہے کہ میں انہیں دور کر دوں گا اور مخالفوں کو ان کی کوششوں میں کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔ اس نے پہلے سے کہہ رکھا ہے

> "دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا"۔[۶]

پس دشمنوں کے تباہ ہونے کی خبر تو تمہیں پہلے سے مل چکی ہے اب صرف ایک ہی چیز ہے جو تمہاری ترقیات میں روک ہے اور وہ تمہاری اپنی بزدلی اور خوف ہے۔ اللہ تعالیٰ گو روحانی سلسلوں کے دشمنوں کو تباہ ضرور کرتا ہے مگر اپنے بندوں کے ہاتھوں سے ہی کراتا ہے۔ اگر بندے غفلت سے کام لیں بزدلی دکھائیں اور ایسی زندگی بسر کریں جس میں ہوشیاری نہ ہو تو گو پھر بھی اس کی نصرت آتی ہے مگر دیر سے اور اگر دلیر ہوں جری ہوں اور دشمنوں کا مقابلہ کرنے پر آمادہ ہوں تو بہت جلد اس کی مدد آتی ہے۔ پس دلیر بنو اور تکالیف کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہونی چاہئے جو تمہیں ڈرا سکے۔ خواہ تمہارے مقابل پر کوئی دشمن ہو یا نہ ہو۔ تمہارے دل میں یہ احساس ہونا چاہئے کہ اگر قطاریں باندھ کر تمہیں کھڑا کر دیا جائے اور خدا کے لئے تمہیں ذبح ہونا پڑے تو تیار ہو جاؤ اور اپنے دل میں ذرا بھی ملال پیدا نہ کرو۔ یہ مت خیال کرو کہ اس وقت کوئی دشمن نہیں جس سے ہمارا مقابلہ ہو کیونکہ کوئی نہیں جانتا کہ کب ایسے مقابلہ کی ضرورت پیش آجائے۔ مومن بے شک امن پسند ہوتا ہے اور کوئی ایسا موقع پیدا نہیں ہونے دیتا جس کی وجہ سے مصائب میں پڑے۔ لیکن دل میں یہ ضرور احساس ہونا چاہئے کہ اگر خدا کے لئے جیل جانا پڑے تو بخوشی جیلوں میں جائیں گے۔ میں مسلمانوں کو دیکھتا ہوں کہ جب بھی جیل میں جانے کا سوال ان کے سامنے آجاتا ہے معاً ان کے سارے جوش ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں۔ یوں تو وہ لٹھ مار کر دوسروں کا سر پھوڑنے کے لئے تیار ہو جائیں گے مگر جیل کا نام سن کر گھبرا جائیں گے۔ لیکن ایک سکھ قوم ہے جو جیل کا ذرہ بھی ڈر محسوس نہیں کرتی اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ اب سکھ جیل خانوں سے نہیں بلکہ جیل خانے سکھوں سے ڈرنے لگے ہیں کیونکہ گورنمنٹ ڈرتی ہے کہ اگر اتنے آدمیوں کو جیل خانے میں بند کر دیا تو انہیں کھلائیں گے کہاں سے۔ ایک آدمی پر پچاس ساٹھ روپے ماہوار بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی خرچ آتا ہے۔ کھانے اور کپڑے کے اخراجات۔ رہائش کا انتظام اور نگرانی پر جو خرچ ہوتا ہے اگر سب کا اندازہ لگایا جائے تو پچاس ساٹھ روپے فی آدمی پڑتا ہے۔ اور اگر دس ہزار آدمی قید خانے میں ہوں اور پانچ لاکھ ہی ماہوار اخراجات کی اوسط ہو تو ساٹھ لاکھ روپیہ سالانہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اور اگر ایک لاکھ قیدی ہوں تو پچاس لاکھ ماہوار۔ اور چھ کروڑ روپیہ سالانہ خرچ ہوتا ہے۔ اگر اس قدر آدمی گورنمنٹ قید کر لے تو باقی محکموں کو کس طرح چلائے اور لوگوں کو تنخواہیں کہاں سے دے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب سکھوں نے کہہ دیا کہ ہم جیل خانے جاتے ہیں ہمیں قید کا کچھ فکر نہیں تو گورنمنٹ کو اپنی فکر پڑ گئی۔ کیونکہ تھوڑے لوگوں کو تو وہ قید کر سکتی ہے مگر سارے کے سارے جب قید ہونے کے لئے تیار ہو جائیں تو انہیں کہاں قید کر سکتی ہے۔ اسی لئے گورنمنٹ نے گزشتہ ایام میں یہ طریق رکھا کہ وہ سکھوں کو ریل میں بٹھا کر لے جاتی اور انہیں دُور دراز جگہوں پر چھوڑ آتی۔ کیونکہ وہ سمجھتی تھی انہیں قید کرنا اپنے سر مصیبت لینا ہے۔ تو سکھوں نے قید سے ڈرنا چھوڑ دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب جیل خانے ان سے ڈرنے لگے ہیں۔ پہلے تو گورنمنٹ دھمکی دیتی تھی کہ اگر تم فلاں بات سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں قید کر دیں گے۔ اور یا اب یہ حالت ہے کہ پبلک گورنمنٹ سے کہتی

ہے کہ ہمیں یہ حق دینا ہے تو دے دو ورنہ ہم جیل خانے جاتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ دلیری بڑی چیز ہے۔ تم موت کے لئے تیار ہو جاؤ موت تم سے بھاگنے لگے گی۔ جیل خانوں کے لئے تیار ہو جاؤ جیل خانے تم سے دور بھاگیں گے اور مار کھانے کے لئے تیار ہو جاؤ تو مارنے والے تم سے بھاگنے لگیں گے۔ پس دلیر بن جاؤ اور یقین رکھو کہ ہر چیز تمہاری خادم ہے اور تمہیں کوئی چیز گزند نہیں پہنچا سکتی۔ اسی کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام میں اشارہ ہے کہ "آگ سے ہمیں مت ڈراؤ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔"[۷] یعنی چونکہ ہم آگ سے ڈرتے نہیں اس لئے آگ نہ صرف ہماری غلام ہے بلکہ ہمارے غلاموں کی بھی غلام ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ جب کوئی قوم یہ فیصلہ کرلیتی ہے کہ ہم نے کسی سے نہیں ڈرنا تو تمام قومیں اس سے ڈرنے لگتی ہیں۔ پس اپنے دلوں سے بزدلی نکال دو اور یاد رکھو کہ جس دن تم نے بزدلی دور کردی اس دن تمام قومیں تم سے ڈرنے لگیں گی۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں بھی کرو۔ جب اللہ تعالیٰ کے فضل نازل ہو رہے ہوں اس وقت ایسے ایسے رنگ میں دعائیں قبول ہوتی ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ ابھی چند دن کا واقعہ ہے مجھے ایک مشکل درپیش تھی اور میرے ذہن میں اس کا کوئی حل نہ آتا تھا۔ طبیعت میں ایک قسم کی گھبراہٹ تھی اور میں حیران تھا کہ کیا کروں دل میں خیال آیا میں نے کاغذ اور قلم رکھ دیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ الٰہی میرے پاس اس مشکل کا کوئی حل نہیں اور میرے واہمہ میں بھی نہیں آتا کہ میں اس کا کیا حل نکالوں تُو خود ہی اپنے فضل سے میری رہبری فرما۔ صرف ایک منٹ میں نے دعا کی ہوگی۔ پھر میں اپنے کام میں مشغول ہوگیا۔ ابھی پانچ منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ وہ مشکل جس کا حل میرے واہمہ میں بھی نہیں آتا تھا حل ہوگئی۔ یعنی پانچ منٹ کے اندر ہی میرے دروازے پر دستک ہوئی اور جس مشکل کی وجہ سے میں گھبرا رہا تھا اس کا حل حاصل ہوگیا۔ پس جو اللہ تعالیٰ کے حضور گرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی اعانت کرتا ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی مدد کا پورا یقین ہونا چاہئے۔ اور جس وقت یقین سے دعا کی جائے تو وہ اللہ تعالےٰ کے حضور سے رد نہیں کی جاتی بلکہ قبول ہو جاتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے کسی نے پوچھا سب سے زیادہ توجہ سے آپ کس کا کام کیا کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا میں اس شخص کا کام سب سے زیادہ توجہ سے کرتا ہوں جو مجھے یہ کہدے کہ اے ابن عباسؓ تیرے سوا میرا یہ کام کوئی اور شخص نہیں کرسکتا۔ اگر ابن عباسؓ کے دل میں اتنی غیرت ہو سکتی ہے کہ جب کوئی شخص ان پر بھروسہ کرے تو وہ ان کا کام کردیں تو کیا ہمارے مولیٰ

میں اتنی بھی غیرت نہیں کہ ہم کہیں خدایا تیرے سوا ہمارا کوئی مددگار نہیں تو وہ ہماری التجاء نہ سنیں۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا بلکہ جب ہم یقین سے کہیں کہ خدایا تُو نے ہی یہ کام کرنا ہے تو وہ کام پورا بھی کر دیتا ہے مگر نقص یہی ہے کہ یقین کی کمی ہے منہ سے تو کہتے ہیں کہ خدایا یوں کر مگر دل خدا کی نصرت پر یقین نہیں رکھتا۔ ایسی دعا خدا کی درگاہ سے رد کر دی جاتی ہے اور دعا کرنے والے کے منہ پر ماری جاتی ہے۔ پس دعائیں کرو عبادت کی عادت ڈالو اور ذکر الٰہی کیا کرو اور ضروری بات یہ ہے کہ تہجد کی عادت ڈالو۔ مجھے افسوس ہے ہماری جماعت میں بہت کم ایسے لوگ ہیں جو تہجد کے لئے اٹھتے ہیں۔ اگر زیادہ نہیں کر سکتے تو کم از کم اتنا تو کریں جو ایک دفعہ انصار اللہ کے بچوں سے میں نے کہا تھا کہ یہ عہد کرو کہ جمعہ کی رات تہجد ضرور پڑھنی ہے۔ ایک رات تہجد پڑھ لو اور چھ راتیں سو لو۔ اس طرح آہستہ آہستہ باقی دنوں میں بھی اٹھنے کی عادت ہو جائے گی۔ اگر دوست اتنا ہی عہد کر لیں اور اسے پورا کرنے کی کوشش کریں اور جمعہ کی رات تمام جماعت اٹھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرے تو ہماری متحدہ دعائیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرنے میں عظیم الشان اثر دکھائیں گی۔ پس کم از کم ہفتہ میں ایک دن سوائے سفر یا بیماری یا ایسی ہی کسی اور معذوری کے جو استثنائی صورتیں ہیں ہر جمعہ کی رات اٹھو اور تہجد پڑھا کرو۔ اگر ہم اس طرح کریں تو بہت بڑی کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ ہماری جماعت کے لاکھوں آدمی اگر ہر جمعہ کی رات تہجد کے لئے اٹھیں اور سب اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہوں تو ہر ہفتے میں ایک دن ہمیں رمضان جیسی برکتوں والا میسر آسکتا ہے۔ پس جو لوگ تہجد پڑھا کرتے ہیں وہ تو پڑھا ہی کریں مگر وہ جو اٹھ نہیں سکتے انہیں میری یہ نصیحت ہے کہ وہ کم از کم جمعہ کی رات ضرور اٹھیں اور تہجد پڑھیں۔ میں جمعہ کی تخصیص اس لئے کرتا ہوں تا سارے دوست ایک ہی رات اٹھیں اور مشرق و مغرب کے احمدی اللہ تعالیٰ کے حضور سلسلہ عالیہ کی کامیابی اور اپنے اندر اخلاص تقویٰ اور طہارت پیدا ہونے کے لئے چلّائیں۔ پس اس جوبلی کی یادگار کا اس کو بھی حصہ ہی قرار دے لو کہ تمام بالغ احمدی خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں کوشش تو یہ کریں کہ ہمیشہ تہجد پڑھیں لیکن اگر ہمیشہ اس پر عمل نہیں کر سکتے تو جمعہ کی رات مخصوص کر لیں اور سب اللہ تعالیٰ کے حضور متفقہ طور پر دعائیں مانگیں۔

میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتا ہوں کہ جیسا اس نے حمل کے ایام میں ہماری حفاظت فرمائی رضاعت اور طفولیت کے اوقات میں ہمارا پاسبان رہا اور جوانی کے وقت بھی ہمیں اس نے

دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رکھا وہ ہمارے کُل کا زمانہ اس سے بھی زیادہ بابرکت بنائے۔ اور بلغ اشدہ کا زمانہ جو اس نے ہمیں عنایت فرمایا ہے اس میں وہ ہمارے سلسلہ کو اکناف عالَم میں پھیلائے اور ایسے ایسے اسباب پیدا فرمائے جو ہماری جماعت کی بیش از پیش ترقیات کا موجب ہوں۔

(الفضل ۱۱۔ جون ۱۹۳۱ء)

۱۔ الاحقاف: ۱۶

۲۔ تذکرۃ صفحہ ۳۹۹۔ ایڈیشن چہارم

۳۔ تذکرۃ ۵۹۵۔ ایڈیشن چہارم

۴۔ الاحقاف: ۱۶

۵۔ الاحزاب: ۲۳

۶۔ تذکرۃ صفحہ ۱۰۴۔ ایڈیشن چہارم

۷۔ تذکرۃ صفحہ ۳۹۷۔ ایڈیشن چہارم